نور احمد خان فریدی (ملتان)

آفتاب خطابت

عمرہا در کعبہ بت خانہ فی نالد
تاز بزم عیب دانائے راز آئید بروں

کچھ عرصہ سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ جب بھی کوئی صاحب کمال اس دنیا سے عالم باقی کو رخصت ہوتا ہے ملک وملت کو اس کا بدل نصیب نہیں ہوتا۔ اقبال کے بعد پھر اقبال پیدا نہیں ہوا۔ مولانا ظفر علی خاں گیا گئے۔ اپنی آتش بیانی ساتھ لے گئے۔ ابھی انکا صدمہ باقی تھا کہ ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کو عصر کے وقت عظیم دینی اور سیاسی رہنما دنیا کے بہت بڑے خطیب سید عطاء اللہ شاہ بخاری رفیق اعلیٰ کو لبیک کہہ گئے۔ مرحوم برصغیر کے آخری خطیب تھے۔ ان کے ارتحال سے ملک کی خطابت ہمیشہ کے لئے سوگوار ہو گئی۔ اب نہ شاہ جی پھر منظر عام پر آئیں گے اور نہ عوام کو ان کی رعد آسا تقریروں کے سننے کا موقع ملے گا

قیس سا پھر نہ اٹھا کوئی بنی عامر میں
فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

خدا معلوم مولانا ابوالکلام کو ابوالکلامی لقب کس سخن شناس نے عطا کیا تھا مگر اس حقیقت سے مولانا کے دشمنوں کو بھی انکار نہیں۔ کہ واقعی وہ ابوالکلام تھے۔ اسی طرح جس کسی نے پہلی بار حضرت شاہ جی کو خطیب اعظم کہہ کر پکارا۔ اس نے دنیا کی بہت بڑی صداقت کو آشکار کیا۔ حضرت شاہ جی پبلک تقریروں کے شہنشاہ تھے۔ چونکہ وہ ایسے دور میں منظر عام پر آئے تھے جبکہ ملک کو اتحاد کی بڑی ضرورت تھی۔ اس لئے وہ ایک عرصہ صرف ہندو مسلم اتحاد کے حامی رہے۔ بلکہ اس موضوع پر اظہار خیال کرتے نکرتے وہ فرقہ وارانہ اختلافات سے بہت اوپر چلے گئے تھے۔ وہ انگریز کے پیدائشی دشمن تھے۔ اور قادیانیوں سے انہیں خدا واسطے کا بیر تھا۔ چونکہ قادیانی انگریز کے پروردہ اور مدح خواں تھے۔ اس لئے جب شاہ جی اپنی تقریروں میں ان پر چوٹیں کرتے تو نہ صرف مسلمان خوش ہوتے بلکہ ملک کی آزادی کے تمام طلب گار ان لطیفوں اور چٹکلوں کو مزے لے لے کر سنتے تھے۔ شیعوں کو للکار کر کہتے "ارے دشمن نبوت چھین لینے کی فکر میں ہے اور تم خلافت پر جھگڑ رہے ہو!" حضرت شاہ جی کو خدائے ذوالجلال نے بڑا وجیہہ چہرہ عنایت کیا تھا۔ قرآن پڑھتے تو خالص عربی معلوم ہوتے۔ اور یوں محسوس ہوتا گویا اس کا ابھی نزول ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کا تو متاثر ہونا لازمی تھا۔ مگر شاہ جی کی قرأت سے غیر مسلم بھی جھوم اٹھتے تھے۔ ان کا ایک ہندو نیازمند لکھتا ہے کہ۔

"جب وہ جیل خانے میں علی الصبح قرآن پاک پڑھا کرتے تھے تو فضا کتنی خوبصورت ہو جایا کرتی تھی۔ اور میں یہی سوچا کرتا تھا کہ کلام اللہ کتنا خوبصورت ہے۔ کتنا مقدس ہے کہ مجھ کافر کے دل پر بھی اپنے نقوش چھوڑ رہا ہے"

ایک دفعہ شاہ جی نے باغ لانگے خان (ملتان) میں تقریر کرتے ہوئے شاہنامے کے یہ شعر پڑھے۔

مشیر | شتر | خوردن | و | سو | سماد
عرب | را | بجائے | رسانید | کار
کہ | تاج | کیہاں | راکند | آرزو
تفو | گرداں | چرخ | اے | تو | تغو بذ

شاہ جی کا لب و لہجہ اور انداز بیان کچھ ایسا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ خود شاہ ایران عرب ترجمہ سپہ سالار کے خط سے برہم ہو کر آسمان سے مخاطب ہے۔ تقریر کرتے وقت شاہ جی بالعموم عصا ہاتھ میں رکھتے تھے مگر اس امر کو آپ نے عادت میں داخل نہیں ہونے دیا تھا۔ عرب کے زندہ جاوید مقرر اور خطیب سحبان سے متعلق تو اتنا مشہور ہے کہ وہ جب تک اپنا مخصوص عصا ہاتھ میں نہ لے لیتا تقریر نہ کر سکتا تھا۔ مشہور اموی خلیفہ عبدالملک کہا کرتا تھا کہ اگر میں ہاتھ سے اپنا عصا رکھ دوں تو میری تقریر کا آدھا زور ضائع ہو جائے لیکن شاہ جی تقریر کے لئے کسی سہارے کے محتاج نہ تھے۔ کئی دفعہ انہیں کاغذ کا ٹکڑا لئے تقریر کرتے دیکھا ہے۔

خطیب کے لئے ضروری ہے کہ اسے زبان پر پورا عبور ہو۔ اور جس موضوع پر وہ تقریر کرنا چاہتا ہے اس موضوع پر اسے گہرے اور وسیع علم کا مالک ہونا چاہیئے۔ حضرت شاہ جی اردو میں تقریر کرتے تھے۔ اور وہ اردو کے اہل زبان نظر آتے تھے۔

یوں تو ہندوستان کا چپہ چپہ ان کے قدوم میمنت لزوم سے فیض یاب ہو چکا تھا۔ مگر ملتان اور لاہور ان کے خاص مراکز تھے۔ ان شہروں میں جب بولنے کے لئے کھڑے ہوتے تو پنجابی اور سرائیکی میں بھی فصاحت اور بلاغت کے دریا بہا دیتے تھے۔ روزمرہ اور محاورے کا انہیں بڑا خیال رہتا تھا۔ گفتگو کے دوران بھی اگر کوئی شخص غلطی کر جاتا تو اس کی وہیں اصلاح فرما دیتے تھے۔

ایک دفعہ کسی صاحب نے اورنگ زیب علیہ الرحمتہ کا ایک فقرہ بول دیا۔ "سادات بارہ ہمہ عقل بیرزم معدانہ قابل سوختنی نہ زلائق فروختنی"۔ فوراً اسے ٹوکا اور فرمایا بھئی! اورنگ زیب جیسے ادیب پر یہ ظلم نہ کرو۔ یہ فقرہ یوں ہے نہ سوختنی نہ فرختنی۔

کسی نے کہا "آئی ٹم بم"۔ فرمایا ایٹم بم کہو۔

خطیب کے لئے ضروری ہے کہ اس کے دانت مضبوط ہوں۔ اور حلق صاف ہو۔ اہل عرب تقریر اور خطابت میں ماہر تھے۔ اس لئے وہ ان چیزوں کی اہمیت کو اچھی طرح محسوس کرتے تھے خلیفہ عبدالملک کے جب دانت ہلنے لگے تو اس نے انہیں سونے کے تار سے جکڑوا لیا۔ شاہ جی کے دانت موتیوں کی طرح خوبصورت اور مضبوط تھے۔ حلق ہمیشہ صاف رہا۔ آخری عمر میں جب دانتوں نے دھوکہ دیا تو آپ نے تقریر کرنا ترک کر دی۔ چہرہ کی ادلتی بدلتی کیفیات تقریر کو مؤثر کرنے میں بڑا کام دیتی ہیں۔ ایک صاحب لکھتے ہیں کہ۔

"چہرہ کی کیفیات مقرر اور خطیب کے لئے از حد اہم ہوتی ہیں۔ یہ کیفیات، علامتیں مقرر اور خطیب کے

قدرتی حسن سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہیں"

شاہ جی کی خطابت کی کامیابی میں ان کے چہرہ کی ادلتی بدلتی کیفیات کو بھی دخل تھا۔ ان کے چہرے کا جلال ہی سارے مجمع کو مٹھی میں لے لیتا تھا۔ آلۂ جہیر الصوت کے وہ سخت مخالف تھے۔ فرماتے تھے "جب تک آنکھیں چار نہ ہوں۔ تقریر کا لطف ہی نہیں آتا۔ مگر جب سے یہ میاں مکبر الصوت (لاوڈ اسپیکر) آیا ہے۔ تقریر کا مزہ اٹھ گیا ہے"

خطیب کے لئے خلوص بے حد ضروری ہے۔ مقرر ہزار قابل کیوں نہ ہو۔ اگر اس میں اخلاص نہیں تو ایسا مقرر کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جس دل میں خلوص ہو اس کی بات اثر کئے بغیر نہیں رہتی اقبال کہتے ہیں۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں۔ طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

حضرت شاہ جی اس مدرسۂ فکر سے متعلق تھے جس کے شیخ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا محمود حسن رحمہم اللہ رہے تھے۔ تمام عمر وہ اسی فکر میں رہے کہ انگریز کو اس ملک سے کیونکر نکالا جاسکتا ہے۔ اور انہوں نے نکال کر ہی دم لیا۔ انہیں اپنی قوم سے محبت تھی۔ اگر کوئی مسلمانوں پر حملہ کرتا تو سینہ تان کر آگے آجاتے تھے۔ چنانچہ جس زمانے میں تاراسنگھ نے مسلمانوں کو خون کی ندیاں بہادینے کی دھمکیاں دی تھیں تو شاہ جی نے للکار کر کہا۔

"ماسٹر جی! ہوش کے ناخن لو کیا کہتے ہو! جس قوم کے فرزند خون کے قلزم میں تیرتے رہے ہوں۔ تم انہیں اپنی ننھی منی ندیوں سے ڈراتے ہو!"

شاہ جی کا دوسرا اہم محاذ قادیانیت تھا۔ بلاشبہ قادیانیت پر وہ برق صاعقہ بن کر گرے۔ سر کے بال سیاہ تھے تو بھی اور جب سفید گالے سے ہو گئے تب بھی وہ قادیانیوں کے لئے بڑا خطرہ تھے۔ وہ عمر بھر اس خانہ ساز نبوت کے خلاف بولتے رہے جب ضعیفی نے شدت سے محصور کر لیا اور انہوں نے آخری تقریر فرمائی تو بھی قادیانیوں کو اپنے تبرکات سے محروم نہ رکھا۔ گویا تھک ہار کر بطور اتمام حجت کے طنزاً فرمایا۔

"اے قادیانیو! اگر نیا نبی مانے بغیر تمہارا گزارہ نہیں ہوسکتا اور اس کے بغیر تم جی ہی نہیں سکتے تو مسٹر جناح کو ہی نبی مان لو۔ تمہارے مرزا صاحب تو تمام عمر حکومت برطانیہ کی چاپلوسی کرتے رہے۔ بلکہ اسی چاپلوسی کا معاوضہ بھی وصول کرتے رہے۔ مسٹر جناح مرد تو تھا جس بات پر ڈٹا کوہ کی طرح اڑ گیا۔ آہوں کے بادل اٹھے، اشکوں کی گھٹا چھائی، خون کی برکھا ہوئی۔ لاشوں کا سیلاب آیا مگر کوئی چیز مسٹر جناح کے عزم کو نہ ہلاسکی۔ اس نے تاریخ کے اوراق کو پلٹ دیا اور ملک کے جغرافیہ کو بدل کر رکھ دیا۔ ارے تمہاری جھوٹی نبوت کو بھی لٹ پٹ کر جگہ ملی تو اسی کے قدموں میں۔ تمام عمر گزار دی۔ انگریز کی نوکری نہیں کی۔ حکومت سے خطاب نہیں لیا۔ انگریز سے کوئی تمنا وابستہ نہیں کی۔ اور ایک تمہارا نبی ہے کہ حضور گورنمنٹ کے آگے عاجزانہ درخواستیں کرتے کرتے پچاس الماریاں سیاہ کر ڈالیں"۔

شاہ جی کی تقریر کا یہ مختصر سا اقتباس اس امر کا پتہ دیتا ہے کہ شاہ جی کی طبیعت میں شوخی اور لطافت کی پاکیزہ روش تھی۔ نہ اتنی کہ طنز بن جائے اور نہ اتنی کھلی کہ متانت سے گر جائے۔

انہوں نے ساری عمر رضائے الٰہی میں بسر کی۔ ان کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا سب خدا کے لئے تھا۔ وہ اپنے خدا کے پاس پہنچ گئے۔ انکی روح پر فتوح اعلیٰ علیین میں انعامات خداوندی سے شاد کام ہو رہی ہو گی۔

شاہ جی کی سب سے اہم یادگار ان کے خطبے ہیں۔ انہوں نے کانگریس کے پلیٹ فارم پر جو تقریریں کی۔ جو احرار کانفرنسوں میں وجد آفریں خطبے دیئے وہ سب کے سب سی آئی ڈی کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔ انہیں حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ پاک وہند کی دونوں حکومتیں شاہ جی کا احترام کرتی ہیں اور پھر یہ تاریخی ریکارڈ ہے۔ اس سے نہ صرف حضرت شاہ جی کے خطیبانہ جگر پارے پوری قوم کے سامنے آجائیں گے بلکہ اس سے ہندوستان پاکستان کی تاریخ آزادی مدون کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔

من آنچہ شرط بلاغ است با تو مے گویم
تو از سخنم پند گیر خواہ ملال

حبیب اللہ عظیمی

عقیدت کے پھول

سرتاج راز عدم کو امیر ریعت
وہ مرد مجاہد وہ پیر طریقت
وہ شیدائے ملت وہ شاہ بخاری!
مؤثر تھی ہر ایک جس کی نصیحت!
خطیبوں کے قائد ادیبوں کے رہبر!
کہ تھی نظم و نثر آپ کی بیش قیمت!
وہ آزادیٔ ملک و ملت کے شیدا
اسیری کی جس نے اٹھائی صعوبت
وہ حق و صداقت کا عکس حسیں اک
وہ اک زندہ دل اور شگفتہ طبیعت
رفیقوں کو دے کر وہ داغ جدائی
گئے سوئے فردوس وہ پاک طینت
ہے پیشِ حضورِ امیرِ شریعت
عظیمی کی جانب سے نذر عقیدت